جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کر لیں۔۔ (ابو زبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات (22)

از مفتی محمد صاحب

مضامین:

- ☆ ننگے پاؤں کو مسجد سے باہر رکھ کر پھر مسجد میں داخل ہونا
- ☆ معین تاریخوں میں سمتِ قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ اور گنجائش کی حد
- ☆ ریٹائرڈ ملازمین کا حکومت کے نیشنل سیونگز فنڈ میں اکاؤنٹ کھلوانا
- ☆ مضاربتِ فاسدہ کی ایک صورت اور اس کی تصحیح کا طریقہ
- ☆ نابالغ بچوں کی الگ صف بنانے کا حکم
- ☆ لوہے وغیرہ کی انگوٹھی سے متعلق ضربِ مؤمن کے مسئلہ پر اشکال کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ننگے پاؤں کو مسجد سے باہر رکھ کر پھر مسجد میں داخل ہونا:

سوال: میں نے اکثر مسجدوں میں دیکھا ہے کہ بعض لوگ جب مسجد میں آتے ہیں تو جوتے اتار کر ننگے پیر جوتے اتارنے والی جگہ میں رکھتے ہیں، پھر گندے پیروں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتے ہیں، یہ تو عام لوگوں کی بات ہے جو لاعلمی کی وجہ سے اس طرح کرتے ہیں ان کے علاوہ مسجدوں میں پڑھنے والے اکثر طلبہ بھی اس طرح کرتے ہیں، ان کو پڑھانے والا قاری یا عالم ان کو دیکھتے بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ بچوں کو نہیں روکتے اور نہ ان کو سمجھاتے ہیں کہ اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے مسجد کا فرش، چٹائیاں اور قالین گندا ہو جاتا ہے یا نہیں، اگر گندہ ہو جاتا ہے تو اس سے روکنے کے جتنے ممکنہ طریقے ہیں اس کی وضاحت فرمائیں، کیونکہ فرش کا دھونا تو آسان ہے اور مساجد کے خادمین حضرات اکثر دھوتے بھی ہیں، لیکن چٹائیاں اور قالین میرے خیال میں کئی سالوں کے بعد بھی کوئی نہیں دھوتا، مہربانی فرما کر اس مسئلے کا حل ضرب مؤمن کے کالم میں لازماً شائع کریں۔ (احقر گوہر علی)

جواب: مسجد سے باہر گندی جگہ پر جوتے اتار کر پھر مسجد میں داخل ہونے کا جو طریقہ آپ نے سوال میں لکھا ہے یہ طریقہ غلط اور قابل اصلاح ہے۔ ایسی صورت میں اگر مسجد کے باہر کی جگہ میں کوئی تر نجاست ہو، یا نجاست خشک ہو مگر پاؤں تر ہوں، تو پاؤں ناپاک ہو جائیں گے اور ایسے ناپاک پاؤں اگر مسجد کی دری، چٹائی وغیرہ پر رکھے گا اور قالین وغیرہ پر تری آجائے گی تو وہ بھی ناپاک ہو جائیں گے اور انہیں دھو کر پاک کرنا ضروری ہوگا۔ اگر نجاست وغیرہ کچھ نہ ہو تو بھی گرد و غبار تنکے وغیرہ تو ہوتے ہی ہیں، ان کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔

اس لیے پہلی صورت میں تو اس طرح کرنے سے بچنا واجب ہے اور دوسری صورت میں بچنا مسجد کی عظمت وادب کا تقاضا ہے۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ پاؤں جوتے سے نکال کر سیدھے مسجد کے اندر رکھے جائیں،نمازیوں کواس کا خیال رکھنا چاہیے۔روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام صاحب اپنے بیانات اور درس میں اس طرف متوجہ فرمایا کریں،نمازیوں میں سے بھی جو کسی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھے تو پیار محبت سے سمجھانے کی کوشش کرے۔

معین تاریخوں میں سمتِ قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ اور گنجائش کی حد:

سوال: ہماری مسجد کی نئی تعمیر کے بعد قبلہ کی سمت کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔کمپاس کی سمت اور محکمہ موسمیات کی بتائی ہوئی سمتوں میں کافی فرق آرہا ہے،محکمہ موسمیات نے بتایا کہ 28 مئی کو سورج مکہ کے وقت کے مطابق 12 بجے عین خانہ کعبہ کے اوپر ہوگا آپ یہاں پر پشاور میں 2 بجے زمین میں سیدھی سلاخ گاڑ دیں اور قبلہ کا صحیح رخ معلوم کر لیں۔

آپ سے گزارش ہے اس مسئلہ پر ایک مکمل مضمون لکھیں کیونکہ اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی مستقل مضمون نہیں لکھا گیا۔اس میں مکمل صحیح تاریخ صحیح وقت صحیح طریقہ سے آگاہ کر دیں۔نیز سمت قبلہ میں اگر کوئی معافی کی گنجائش ہو تو وہ بھی تحریر کر دیں کہ کتنے درجے تک معافی کی گنجائش ہے؟ اس کے علاوہ جو بھی طریقہ کار ہو،واضح طور پر لکھ دیں۔ (امین اللہ)

جواب: یہ بات درست ہے کہ 28 مئی کو پاکستانی وقت کے مطابق ٹھیک دو بج کر 18 منٹ پر سورج عین کعبہ کے اوپر ہوتا ہے،اس لیے اس وقت چیزوں کا سایہ جس طرف ہوتا ہے اس طرف کے بالکل متوازی دوسری طرف سمت قبلہ ہوتی ہے۔اس تاریخ کے علاوہ 16 جولائی کو دو بج کر 26 منٹ پر بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ان اوقات میں قبلہ معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ اوقات سے پہلے کسی ہموار جگہ میں کوئی سیدھی لکڑی،بانس یا سریہ وغیرہ زمین میں بالکل سیدھا کھڑا کر دیا جائے اور جب ٹھیک یہی وقت

ہو جائے تو لکڑی کے سایہ کے ساتھ ساتھ بالکل سیدھا خط کھینچ کر نشان لگا دیا جائے، اس طرح لکڑی کی طرف سے جس جانب خط کھینچ کر نشان لگایا جائے گا، اُس جانب سے لکڑی کی طرف یہ نشان بالکل کعبہ کی سیدھ میں ہوگا، لہٰذا یہی مکمل طور پر صحیح سمت قبلہ ہوگی۔

باقی جہاں تک سمتِ قبلہ میں معافی کی بات ہے تو عام حالات میں صحیح سمت پر ہی مساجد بنانا اور نمازیں پڑھنا لازم ہے، البتہ اگر کوئی عذر ہو، مثلاً: مسجد بن گئی ہو اور صفوں کو ہلا جلا کر صحیح سمت پر کرنا بھی مشکل ہو تو ایسی معذوری کی صورت میں اگر صحیح سمت قبلہ سے شمالاً جنوباً 45 درجے یا اس سے کم انحراف ہو تو اس کی گنجائش ہے، اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔

ریٹائرڈ ملازمین کا حکومت کے نیشنل سیونگز فنڈ میں اکاؤنٹ کھلوانا:

سوال: بندہ ساٹھ سال کی عمر میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوا ہے اور اپنی پنشن بینک کے ذریعے ماہانہ لے رہا ہے۔ بندے کو جو پنشن کی رقم ملی ہے وہ گورنمنٹ کے نیشنل سیونگ سینٹر کے پنشنرز کیلئے جو اکاؤنٹ گورنمنٹ نے کھول رکھے ہیں اُس میں جمع کردای ہے، اس رقم پر گورنمنٹ جو ماہانہ منافع دیتی ہے وہ لے کر گزارا کر رہا ہے۔ لوگ و رشتہ دار کہتے ہیں کہ بینک میں پیسے رکھنا جائز نہیں اور ماہانہ منافع سود ہے اور حرام ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ میں بوڑھا آدمی ہوں اور کوئی کاروبار کرنے کے قابل نہیں ہوں کہ پیسے کاروبار میں لگا کر نفع ونقصان حاصل کروں اور گھر کا خرچہ چلا سکوں۔ کسی کے ساتھ کاروبار میں پیسے لگانا بھی محفوظ نہیں، لوگ بددیانتی سے پیسے کھا جاتے ہیں۔ گھر میں بھی پیسے نہیں رکھ سکتا کہ آج کل چوروں ڈاکوؤں سے بھی حفاظت نہیں اور جان کا بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

حکومت نے بوڑھے مجبور لوگوں کے لیے نیشنل سیونگ سینٹرز میں خصوصی طور پر پنشن بینیفٹ اکاؤنٹ کھولے ہیں اور اس کاؤنٹ میں صرف ساٹھ سال سے اوپر کے بوڑھوں کو ہی پیسے رکھنے کی اجازت ہے اور اس پر منافع بھی کچھ زیادہ دیتے ہیں، تاکہ منافع سے ریٹائرڈ بوڑھے لوگ اپنا گزارا چلا سکیں۔ آپ

سے گزارش ہے کہ رہنمائی فرمائیں کہ حکومت نے جو یہ بوڑھے لوگوں کیلئے مراعات دی ہیں کیا یہ سود سمجھنا چاہیے؟ جبکہ ان پیسوں کو گورنمنٹ اپنے تجارتی کاموں میں لگا کر اس سے کھربوں روپے کماتی ہے۔ کیا حکومت جو دیگر مراعات دیتی ہے مثلاً دھماکے یا حادثے کی صورت میں یا غریبوں کو زکوٰۃ فنڈ وغیرہ کی مد میں تو کیا یہ بھی ناجائز ہیں۔ (محمد شوکت۔ ایبٹ آباد)

جواب: حکومت کی نیشنل سیونگز فنڈ میں ریٹائرڈ ملازمین جو اکاؤنٹ کھلواتے ہیں، چونکہ یہ کسی شرعی عقد کے تحت نہیں ہوتا، اس لیے یہ ایک سودی معاملہ ہے، اس اکاؤنٹ کے حاملین کو حکومت کی طرف سے جو فکس نفع دیا جاتا ہے، وہ سود ہے، اور ظاہر ہے کہ بڑھاپے یا کسی اور عذر سے سود لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے مسئولہ صورت میں آپ کا اپنی پنشن کو اس سودی اکاؤنٹ میں رکھوانا جائز نہیں۔ باقی حکومت حادثات وغیرہ میں لوگوں کی مدد کیلئے جو رقمیں دیتی ہے ان کی حیثیت عطیہ کی ہوتی ہے اس لیے وہ جائز ہے۔ سودی اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں پر آپ جو رقم جمع کراتے ہیں وہ حکومت کے ذمہ آپ کا قرض ہے، اسی لیے اکاؤنٹ ختم کراتے وقت وہ ساری رقم آپ کو واپس مل جاتی ہے، لہٰذا اس قرض پر آپ ایک فکس رقم کی شکل میں جو اضافہ وصول کرتے ہیں وہ شرعی طور پر سود کے زمرہ میں آتی ہے، اس لئے آپ پر لازم ہے کہ اپنی رقم اس سودی اکاؤنٹ سے نکال کر مضاربت یا شرکت کے طور پر جائز کاروبار میں لگائیں، ایسے خدا ترس لوگ مل جائیں گے جو اپنے کاروبار میں امانت و دیانت کے تقاضے پورے کرنے کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ اگر کوئی دیانتدار، قابل اعتماد شخص نہ ملے تو آپ اپنی رقم ان غیر سودی بینکوں میں لگا سکتے ہیں جن کی نگرانی مستند علماء کر رہے ہیں، مثلاً میزان بینک، بینک اسلامی، البرکۃ، دبئی اسلامی بینک وغیرہ۔

مضاربتِ فاسدہ کی ایک صورت اور اس کی تصحیح کا طریقہ:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک ایسا کاروبار شروع ہوا ہے کہ کاروبار کرنے والے اول اول جب کسی

سے پیسے لیتے تھے تو نفع اور نقصان دونوں کا ذکر کرتے تھے، پھر پینتالیس یا پچاس دن میں ہر کسی کو باون فیصد دیتے تھے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ اتنا زیادہ نفع تو کسی کاروبار میں بھی نہیں ہے تو ہر کوئی ان کو رقم دینے لگا، یہاں تک کہ عورتوں نے سونے فروخت کیے اور ان لوگوں کے پاس اپنی رقمیں جمع کرائیں۔ اس کے بعد کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ نفع نقصان میں شراکت ہے یا مضاربت ہے یا کتنا فی صد ہے۔ اب معاملہ کروڑوں تک پہنچ گیا ہے اور بے شمار لوگوں کی رقمیں ان لوگوں کے پاس جمع ہیں۔ یہ لوگ ہر کسی کو ستر دن میں نفع ضرور دیتے ہیں اور تیس یا اکتیس فیصد دیتے ہیں، نہ تو اب تک کسی کو نقصان دیا ہے اور نہ کسی کے نفع میں کوئی کمی بیشی کی ہے، گویا نفع کے طور پر یہی مقدار متعین ہے۔ کاروبار کے بارے میں یہ لوگ بتاتے ہیں کہ ہم وہ اشیاء جو پاکستان میں سستی ہوتی ہیں وہ خرید کر باہر لے جا کر فروخت کرتے ہیں اور باہر ملکوں میں جو اشیاء سستی ہوں وہ خرید کر پاکستان لا کر فروخت کرتے ہیں اور ہر کسی کو کہتے ہیں کہ آپ کی رقم کے ہم ذمہ دار ہیں، آپ کو کبھی تاوان نہیں ملے گا۔ لہٰذا اس کے بارے میں معلومات دیدیں کہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کاروبار میں ہر خاص و عام مبتلا ہے۔ (عبداللہ)

جواب: واضح رہے کہ مضاربت کے عقد میں نفع کی تقسیم کے لئے رأس المال کے اعتبار سے کوئی فیصد مقرر کرنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ اس کا مطلب رب المال کو نفع میں سے ایک متعین رقم دینے کی شرط لگانا ہے۔ کیونکہ مثلاً ایک لاکھ پر دس فیصد کا مطلب دس ہزار روپے ہیں۔ اور مشترک کاروبار میں کسی ایک شریک کیلئے نفع میں سے اس طرح متعین رقم کی شرط لگانا شرعاً اس بناء پر جائز نہیں ہوتا کہ ایسی صورت میں اس کا بھی امکان ہوتا ہے کہ کل نفع ہی اتنا ہو اور اس طرح دوسرا فریق نفع سے بالکلیہ محروم ہو۔

مسئولہ صورت میں بھی چونکہ رقم دہندگان کو نفع ان کی رقموں پر ایک معلوم فیصد کے ساتھ دینا طے ہوتا ہے، اس لیے یہ طریقہ کاروبار ناجائز ہے۔ باقی مضاربت کے طور پر کاروبار میں عملاً نقصان ہونا کوئی ضروری نہیں، البتہ اگر کاروبار میں پیسہ لگانے والے لوگوں کے ساتھ باقاعدہ یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ نقصان

ہونے کی صورت میں وہ نقصان کے ذمہ دار نہ ہوں گے بلکہ کاروبار کرنے والے ذمہ دار ہوں گے تو یہ شرط بھی شرطِ فاسد ہے۔ان دوشرطوں کے ساتھ اس کاروبار میں شریک ہونا اور نفع لینا دونوں حرام و نا جائز ہیں، البتہ اگر یہ دونوں شرطیں ختم کردی جائیں، جس کی صورت یہ ہے کہ ہر شریک کے ساتھ نفع کی تقسیم کے لیے حاصل ہونے والے نفع کا کوئی فیصد طے کیا جائے اور یہ وضاحت بھی کی جائے کہ کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں نقصان بھی رقم لگانے والوں کو برداشت کرنا ہوگا ، اگر شرکت ہے، یعنی کاروبار کرنے والوں نے اپنا سرمایہ بھی دوسروں کے سرمایہ کے ساتھ شامل کر کے ملا رکھا ہے اور مشترک سرمایہ سے کاروبار کر رہے ہیں تو ہر ایک اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے نقصان بھی برداشت کرے گا اور اگر مضاربت ہے، یعنی لوگوں کا سرمایہ الگ رکھ کر اس سے علیحدہ کاروبار کر رہے ہیں تو پھر جتنا بھی نقصان ہوگا وہ اصحابِ اموال کا ہوگا، مضارب اس نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔تو اس طریقہ سے یہ کاروبار جائز ہو جائے گا۔

نابالغ بچوں کی الگ صف بنانے کا حکم:

سوال: ہماری مسجد میں پہلی صف میں بالغ مرد کھڑے ہوتے ہیں، دوسری صف میں صف کے بائیں کنارے پر بچے کھڑے ہوتے ہیں، جب بھی جماعت شروع ہوتی ہے تو کئی دفعہ پہلی صف مکمل نہیں ہوتی اور اس کا بایاں حصہ خالی ہوتا ہے میں کرسی پر پہلی صف میں بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں خالی صف میں بالغ حضرات پورے نہیں ہوتے تو میں اپنے پیچھے کھڑے بچوں کو آگے بڑھ کر صف کو مکمل کرنے کیلئے اشارہ کرتا ہوں تو جواب دیتے ہیں کہ ہمیں استاد صاحب نے منع کیا ہوا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا صف اول نا مکمل رہنے کی بجائے پچھلے بچوں کو بلا کر صف کو مکمل کرنا بہتر ہے یا بچوں کو اپنے استاد کی بات پر عمل کرانا اولیٰ ہے؟ (ایک سائل ۔ لاہور)

جواب: فقہاءِ کرام کی تصریح کے مطابق اگر بچے ایک سے زیادہ ہوں تو امام کی سیدھ میں دائیں بائیں فاصلہ برابر رکھ کر مسجد کے درمیان میں بچوں کی الگ دوسری صف بنانا مستحب ہے اور اس حکم میں پہلی صف میں جگہ ہونے نہ ہونے کی کسی قید کا فقہاء کرام نے ذکر نہیں فرمایا، اس لیے دونوں صورتوں میں فقہاءِ کرام کی تصریح کے مطابق بچوں کی الگ دوسری صف بنانا مستحب ہوگا، البتہ اگر بچے الگ صف میں شرارتیں کرتے ہوں، یا مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے گم ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بچوں کی الگ صف نہ بنانا چاہیے، بلکہ اُن کو بڑوں کی صف میں ہی دائیں بائیں کھڑا کردینا چاہیے۔

لوہے وغیرہ کی انگوٹھی سے متعلق ضربِ مؤمن کے مسئلہ پر اشکال کا جواب:

سوال: گزشتہ جمعرات ضربِ مؤمن جلد نمبر 14 شمارہ نمبر 23 میں انگوٹھی کے متعلق ایک فتویٰ جاری ہوا ہے جس (فتوے) میں عورت کے لیے ہر دھات کی انگوٹھی پہننے کو جائز قرار دیا گیا ہے، اس فتوے کی عبارت یوں ہے کہ ’’عورت کے لیے ہر دھات کا زیور اور انگوٹھی پہننا جائز ہے مگر احوط واولیٰ یہ ہے کہ سونے چاندی کے سوا پیتل وغیرہ، دوسری دھاتوں کے زیور سے اجتناب کرے۔‘‘

مذکورہ بالا فتویٰ اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے، اس لیے کہ ردالمختار (6/360، سعید) اور عالمگیریۃ (5/334، رشیدیہ) میں عورت کے لیے سونا، چاندی کے علاوہ دھاتوں کی انگوٹھی پہننے کو مکروہ لکھا ہوا ہے، جبکہ بہشتی زیور (252، دارالاشاعت) اور احسن الفتاویٰ (8/70 سعید) میں سونے چاندی کے علاوہ دھاتوں کی انگوٹھی کو (عورت کے لیے) ناجائز لکھا ہے۔ برائے کرام اس مسئلے میں مفتیٰ بہ قول کی تصریح فرما کر ممنون فرمائیں۔ (محمد جہانگیر بالاکوٹی)

جواب: لوہے کی انگوٹھی کے بارہ میں فقہی اور حدیثی روایات میں اختلاف ہے، ہمارے اکابر میں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو مکروہ تنزیہی فرماتے تھے، حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی آخر میں یہی رائے ہوگئی تھی، البتہ کراہتِ تحریمی کا قول

قول اکثر ہونے کے علاوہ احوط بھی ہے۔ باقی اس مسئلہ کی مکمل تحقیق اور احسن الفتاویٰ کے جس مسئلے کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس سے رجوع کی تفصیل ان شاء اللہ احسن الفتاویٰ کے تتمہ میں عنقریب چھپنے والی ہے۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]